قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

بدھ 15 جولائی 2020ء | 23 ذوالقعدہ 1441ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:168

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ قَرَأَ بِالْاٰیَتَیْنِ مِنْ آخِرِسُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ البقرۃ حدیث 5009)

یعنی جس نے رات کے وقت سورۃ بقرہ کی دو آیات پڑھیں تو وہ دونوں آیات اس کے لئے کافی ہوگئیں۔

حضرت سلطان القلم کے رشحات قلم

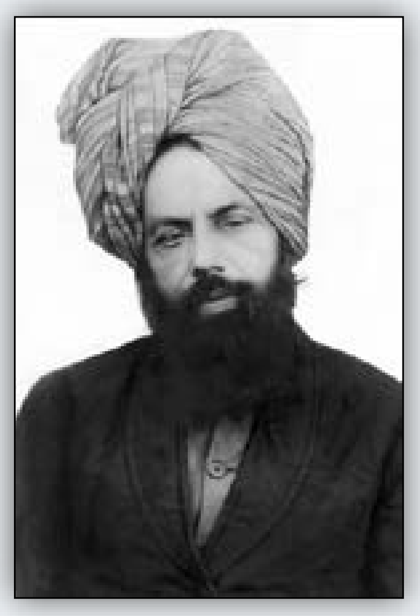

خدا تعالیٰ فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’جو نبی آتا ہے اس کی نبوت اور وحی و الہام کے سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں ایک ودیعت رکھی ہوئی ہے اور وہ ودیعت خواب ہے۔ اگر کسی کو کوئی خواب سچی کبھی نہ آئی ہو تو وہ کیونکر مان سکتا ہے کہ الہام اور وحی بھی کوئی چیز ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا اس لئے یہ مادہ اُس نے سب میں رکھ دیا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 281-280 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’جب انسان کوئی کام کرسکتا ہے کیونکہ اس وقت قویٰ میں نشوونما ہوتا ہے اور طاقتیں آتی ہیں لیکن یہی زمانہ ہے جبکہ نفس امارہ ساتھ ہوتا ہے اور وہ اس پر مختلف رنگوں میں حملے کرتا ہے اور اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جو مؤاخذہ کا زمانہ ہے اور خاتمہ بالخیر کے لئے کچھ کرنے کے دن بھی یہی ہیں۔ لیکن ایسی آفتوں میں گھرا ہوا ہے کہ اگر بڑی سعی نہ کی جاوے تو یہی زمانہ ہے جو جہنم میں لے جائے گا اور شقی بنا دے گا۔ ہاں اگر عمدگی اور ہوشیاری اور پوری احتیاط کے ساتھ اس زمانہ کو بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 199 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ہمیں حکم ہے کہ تمام احکام میں، اخلاق میں، عبادات میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ پس اگر ہماری فطرت کو وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کو ظلّی طور پر حاصل کرسکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا‘‘۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 156)

ارشادِ باری تعالیٰ

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٭۫ غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ (البقرہ:286)

رسول اس پر ایمان لے آیا جو اس کے ربّ کی طرف سے اس کی طرف اتارا گیا اور مومن بھی۔ (اُن میں سے) ہر ایک ایمان لے آیا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے کہ) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کریں گے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ تیری بخشش کے طلبگار ہیں۔ اے ہمارے ربّ! اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پس یہ جو فرمایا ہے کہ یہ آخری دو آیات کافی (البقرہ:286، 287) ہیں۔ یہ صرف پڑھ لینے سے نہیں بلکہ پہلی آیت میں ایمان پر مضبوط ہونے کا حکم ہے اور جب ایمان مضبوط ہو جائے تو وہ اس قسم کی حرکت کر ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ باتوں کو تو مانے اور کچھ کو نہ مانے اور رد کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُسوہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم ہوگیا۔ اس لئے ایمان کی انتہائیں حاصل کرنے کے لئے اس اُسوہ پر چلنے کے راستے تلاش کرو اور یہ کبھی خیال نہ آئے کہ بعض احکامات ہماری طاقت سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف حالتوں میں بعض ایسی سہولتیں بھی دے دی ہیں۔ اسلام میں دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سہولتیں ہیں۔ یہ کہا ہی نہیں جاسکتا کہ بعض احکامات ہماری پہنچ سے باہر ہیں جن پر عمل نہیں ہوسکتا۔ اگر انسان دین کے معاملہ میں ضرورت سے زیادہ سہل پسند نہ ہو تو کوئی حکم ایسا نہیں جو بوجھ لگ رہا ہو۔ اگر دنیاوی کاموں کے لئے انسان محنت اور کوشش کرتا ہے تو دین کے معاملے میں کیوں محنت اور کوشش نہیں کرسکتا؟

پس یہ واضح ہو کہ آخری دو آیات (البقرہ:286، 287) پڑھ لینے سے انسان تمام دوسرے احکامات سے آزاد نہیں ہو جاتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو غور کرکے پڑھے گا پھر وہ اس پر عمل بھی کرے گا۔ قیام اللیل سے انسان کس طرح مستغنی ہوسکتا ہے؟ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نمونہ ہمارے سامنے پیش فرمادیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ کا اُسوہ ہمارے لئے قابل تقلید اور پیروی کرنے کے لئے ہے۔ اگر اس کا کوئی مطلب ہوسکتا ہے تو اتنا کہ ان آیات پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایمان میں اتنی ترقی ہو گی کہ عبادتوں کے لئے جاگنا اور توجہ دینا کوئی بوجھ نہیں لگے گا۔

(خطبہ جمعہ 16 جنوری 2009ء)

اس شمارہ میں

کیا لینا (منظوم)

اداریہ: اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو

حوادثِ طبعی یا عذاب الٰہی (قسط چہارم)

فوڈ پینٹری۔ ہیومینیٹی فرسٹ ونگبورو یو ایس اے

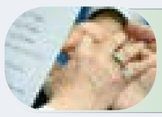

دربارِ خلافت

اللہ کی خاطر نظام جماعت کی پابندی کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر نظام جماعت کی پابندی کرنا۔ تو فرمایا کہ اگر یہ سب کام خدا کی خاطر کرو گی تو مومن کہلاؤ گی اور دن بدن ایمان مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ اب یہ مومنانہ حالت پیدا کر لی ہے تو اس میں ایک اہم بات فرمانبرداری کی بھی ہے۔ اسی میں فرمایا گیا ہے کامل اطاعت اور فرمانبرداری دکھاؤ۔ اب یہ نہیں کہ کیونکہ فلاں عہدہ دار سے فلاں صدر سے یا فلاں عورت سے جو اس وقت سیکرٹری تربیت ہے، میری بنتی نہیں کیونکہ ایک موقع پر آج سے اتنے سال پہلے اس نے مجھے لوگوں کے سامنے ٹوکا تھا۔ یا میری بات نہیں مانی تھی یا میرے بچوں کو نماز کے وقت شرارتیں کرنے پر خاموش کیا تھا۔ تو اسلئے اب میں اسکی بات نہیں مانوں گی۔ یہ فرمانبرداری نہیں ہے اور جبکہ پھر اتنی ضد آ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بات اسلئے نہیں مانوں گی اب چاہے جو مرضی وہ کہے۔ چاہے مجھے یہ بھی تلقین کرے کہ نماز میں ٹیڑھی صفوں میں کھڑی عورتوں کو کہہ رہی ہو کہ صفیں سیدھی کر لو۔ آپس کے فاصلے کم کر لو، خلا کم کرو۔ تو اس کی بات نہیں مانتیں اور پھر ہنسی ٹھٹھے میں اس بات کو اڑا دیتی ہیں۔

تو اس کی بات نہ مان کر تم اسکی فرمانبرداری سے باہر نہیں جا رہی بلکہ نظام جماعت کے ایک کارکن کی بات نہیں مان رہی اور صرف نظام جماعت کو لاپرواہی کی نظر سے نہیں دیکھ رہی بلکہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واضح حکم کی خلاف ورزی کر رہی ہو۔ اسکو کم نظر سے دیکھ رہی ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

نماز پڑھتے وقت اپنی صفوں کو سیدھا رکھو کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہارے درمیان شیطان آ کر کھڑا ہو جائے گا تو اس طرح اس عہدہ دار کی بات نہ مان کر اس کا تو کچھ ضائع نہیں ہو رہا آپ اپنے درمیان شیطان کو جگہ دے رہی ہیں۔ تو اس طرح سے ایک تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کر رہی ہیں۔ جبکہ دعویٰ یہ ہے کہ انسانوں میں سب سے زیادہ محبت ہمیں اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ تو محبت کے تقاضے تو اس طرح پورے نہیں ہوتے۔ محبت کرنے والے تو اپنے محبوب کی آنکھ کے اشارے کو بھی سمجھتے ہیں وہ تو اسکے ایک ارشاد پر اپنی جانیں قربان کرنے والے ہوتے ہیں کجا یہ کہ اللہ کے گھر میں ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح حکم کی پابندی نہ کر رہے ہوں۔ اور یہ سمجھو کہ یہ بات یہیں ختم ہو گئی! نہیں، جب تمہارے بچے تمہارا یہ عمل دیکھیں گے وہ بھی یہی سمجھیں گے کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور آہستہ آہستہ انکے دلوں میں سے نہ صرف کسی بھی اچھی بات کہنے والے کا احترام اٹھ جائے گا بلکہ نظام کے کارکنوں کی اور عہدہ داروں کی عزت بھی ختم ہو جائے گی۔ اور نہ صرف یہ کہ یہیں یہ سلسلہ رک جائے گا بلکہ اور آگے بڑھے گا اور اسلام کی خوبصورت تعلیم سے بھی پرے ہٹنے والی ہو جائیں گی اولادیں، نام کے تو احمدی رہیں گے ایک احمدی گھرانہ میں پیدا ہوئے اس لئے احمدی ہیں۔ لیکن خلافت اور نظام جماعت کا احترام کچھ نہیں رہے گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو بھی سرسری نظر سے دیکھنے والے ہوں گے۔ اور جب بھی کوئی ایسی بات ہو گی کوئی حکم دیا جائے گا انکو شریعت کے بارے میں یا مذہب کے بارے میں یا جماعت کے بارے میں بتایا جائے گا، تو ایسے بچے پھر منہ پرے کر کے گزر جانے والے ہوتے ہیں کوئی توجہ نہیں دے رہے ہوتے۔

(سالانہ اجتماع لجنہ و ناصرات UK سے خطاب فرمودہ 19/اکتوبر 2003)

کیا لینا

ہم پیار کے سوداگر نفرت سے ہے کیا لینا
ہم دیپ جلاتے ہیں ظلمت سے ہے کیا لینا

ہم خاک نشینوں کو حشمت کی طلب نا ہے
جب خاک بسیرا ہے رفعت سے ہے کیا لینا

محفل کو ہے کیا نسبت تنہائی کی لذت سے
ہم تنہا تھے تنہا ہیں شہرت سے ہے کیا لینا

آسودگی گر سمجھو وہ دل کی ہی فرحت ہے
بے کل جو کرے دل کو دولت سے ہے کیا لینا

جو درد کی لذت کو محسوس کریں ان کو
اس عشق کی راہوں میں راحت سے ہے کیا لینا

(حافظ محمد مبرور)

آج کی دعا

حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ

(سورۃ آل عمران 174)

ترجمہ: ’’ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے‘‘۔

قرآن مجید کی ایک ایک آیتِ مبارکہ نعمتوں، فضلوں کے خزانے سمیٹے ہوئے ہے۔ شفاؤں اور دعاؤں کا یہ پاکیزہ شجرہ بنی نوع انسان کے لئے قیامت تک کے لئے رہنمائی، رحمت اور نجات کا سامان لئے ہوئے ہے۔

مشکلات اور ابتلاء دور ہونے کے لئے یہ قرآن مجید کی دعا مجرّب ہے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

اداریہ

اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔

(البقرہ: 186)

حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً تم میں سے زیادہ فضیلت اور بزرگی والا وہ شخص ہے جس نے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی اور پھر دوسروں کو قرآن کی تعلیم دی ہے۔

(صحیح بخاری فضائل القرآن، حدیث نمبر:۴۶۳۹)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے گھروں میں اکٹھے ہو کر قرآن کریم پڑھتے اور دوسروں کو سکھاتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور خدا کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا اپنے فرشتوں سے ذکر کرتا ہے۔

(ترمذی کتاب القراء ۃ باب ماجاء ان القرآن)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے اللہ کے بھی عزیز ہوتے ہیں پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ قرآن والے اللہ کے عزیز اور اس کے خاص بندے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ المقدمۃ، حدیث:۲۱۱)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ قرآن غم کے ساتھ اُترا ہے۔ پس جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرو تو گریہ وزاری کیا کرو۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بناؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور جو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم سے نہیں۔

(سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، حدیث:۱۳۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے میرے ربّ! میں نے اس بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں یعنی روزے اور قرآن کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(مسند احمد۔ مسند المکثرین من الصحابۃ حدیث ۶۳۳۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا... اور یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سُن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا، اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 44)

قرآن شریف کی اصل غرض وغایت

آپؑ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کی اصل غرض وغایت دنیا کو تقویٰ کی تعلیم دینا ہے۔ جس کے ذریعے وہ ہدایت کے منشاء کو حاصل کر سکے... قرآن شریف کو عمدہ طور پر خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے۔ مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 274-275)

فرمایا: ''بعض نادان کہتے ہیں کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن ختم کرلیا ہے۔ لیکن کوئی ان سے پوچھے کہ اس سے کیا فائدہ ہوا۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 611)

قرآن پڑھنے کا طریق

پھر ایک موقع پر فرمایا:

''قرآن شریف تدبر وتفکر وغور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ رُبَّ قَارٍ يَلْعَنُهُ الْقُرْاٰنُ یعنی بہت سے ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیتِ رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر وغور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 157)

قرآن کا لفظ

پھر فرمایا:

''میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے... اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں۔۔۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 386)

قرآن کا ترجمہ پڑھنے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کس حد تک قرآن سے محبت کرتا ہے، اس کے حکموں کو مانتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ محبت کے اظہار کے بھی طریقے ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ ضروری چیز جو ہر احمدی کو اپنے اوپر فرض کر لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ بلا ناغہ کم از کم دو تین رکوع ضرور تلاوت کرلے۔ پھر اگلا قدم پر ترجمہ پڑھے۔ ترجمہ پڑھنے سے آہستہ آہستہ یہ حسین تعلیم غیر محسوس طریق پر دماغ میں بیٹھنی شروع ہو جاتی ہے۔''

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ 112)

رمضان اور قرآن

پھر فرمایا:

''جس قدر استطاعت ہے اس پر غور کرتا رہے۔ اس لیے قرآن شریف زیادہ پڑھنا چاہئے اور اس کی حسین تعلیم پر عمل کرنا چاہیے۔ اس سے حصہ لینا چاہئے۔ بہر حال رمضان اور قرآن کی ایک خاص نسبت ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جبریلؑ ہر رمضان میں جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر اس کو دہراتے تھے۔ اس لئے بھی ان دنوں میں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور درسوں میں شامل ہونے کی طرف توجہ دینی چاہئے تا کہ اس کا ادراک پیدا ہو اس کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو، معرفت حاصل ہو۔''

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 441)

ہر احمدی قرآن پڑھے

پھر آپ فرماتے ہیں:

''بہرحال ایک احمدی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے قرآنِ کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھر اُنہیں اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق سمجھنا چاہئے۔ اور پھر اس پر عمل کرنا چاہئے... کیونکہ اب آسمان پر وہی عزّت پائے گا جو قرآن کو عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے... پس ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآنِ کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 686،687)

ہمارے پیارے آقا آنحضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ یہ دُعا کیا کرو کہ

''اے اللہ! اے رحمٰن! تیرے جلال اور تیرے چہرے کے نور کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تو میری آنکھوں کو اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے اور اسے میری زبان پر رواں کر دے اور میرے دل کو اس کے لئے وسعت دے اور میرے سینے کو اس کے ساتھ کھول دے اور اس کے ساتھ میرے بدن کو دھو دے۔ آمین''

☆...☆...☆

حوادث طبعی یا عذاب الٰہی

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

(قسط چہارم)

ایک اور اہم سوال

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدم کے مخالفین اگر صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور نوحؑ کے منکرین کا نشان باقی نہیں رکھا گیا اور موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے والے اگر نیل کی موجوں کی نذر ہو گئے اور داؤد کے دشمنوں کی صف اگر لپیٹ دی گئی اور عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو بھی اس کے منکرین پر ایسا عظیم الشان غلبہ حاصل ہوگیا کہ وہ جو کبھی تعداد میں کم تھے وہ غالب اکثریت میں تبدیل ہو گئے اور وہ جو کبھی محکوم اور مظلوم تھے حاکم اور جابر بن گئے۔ پھر کیوں آنحضرت ﷺ جو نبیوں کے سرتاج اور سردار اور خاتم المرسلین ہیں آپ ﷺ تائید میں عذاب الٰہی نے وہ معجزات نہ دکھائے کہ جو گزشتہ انبیاء کی تائید میں دکھا چکا تھا اور کیوں آج تک آپ کو اپنے مخالفین پر اتنا غلبہ بھی نصیب نہیں ہوسکا جتنا حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو واقعہ صلیب کے چند سو سال کے اندر نصیب ہوگیا؟

اس کے جواب میں پہلا قابل توجہ امر یہ ہے کہ قرآن کریم نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عذاب الٰہی کا مقصد بلا استثناء ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے کہ مخالف قوم کلیۃً مٹا دی جائے اگرچہ قرآن کریم بعض ایسی قوموں کا ذکر بھی کرتا ہے جن کے متعلق یہی فیصلہ ہو چکا تھا کہ ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے لیکن قاعدہ کلیہ کے طور پر پیش نہیں کرتا۔ ہاں اگر قاعدہ کلیہ ہے تو صرف یہ کہ عذاب الٰہی کے نتیجہ میں انبیاء کی جماعتوں کو اپنے مخالفین کی جماعتوں پر لازماً غلبہ نصیب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اس غلبہ کے بعد مخالف قوم کا ایک حصہ باقی رکھا جاتا ہے اور اس کے باقی رکھے جانے میں بھی ایک عذاب کا پہلو ملتا ہے۔ دنیا میں متعدد ایسی خانہ بدوش اور بادیہ پیما قومیں ملتی ہیں جو سخت ذلت اور رسوائی کی زندگی بسر کر رہی ہیں اگر ان کی تاریخ کا تتبع کیا جائے تو بعید نہیں کہ اس خطہ زمین کے کسی صاحب جلال نبی کے انکار کے نتیجہ میں ان کے ابتدائی مولد و مسکن پر لعنت کی گئی اور وہ اس قوم کے لئے عبرت کا نشان بن کر پیچھے چھوڑ دی گئی ہوں۔ لیکن یہ کوئی تحقیق شدہ مسئلہ نہیں محض ایک امکان ہے جہاں تک ٹھوس تاریخی حقائق کا تعلق ہے قرآن کریم اس ضمن میں یہود کی مثال پیش کرتا ہے۔ چنانچہ یہود کا باقی رکھے جانا اس طرز عذاب کی ایک مثال ہے اور قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق ان کی ذلت اور رسوائی کی کہانی کو قیامت تک زندہ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ قرآن کریم اس ضمن میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے یہ خبر دے دی تھی کہ

جَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ۔

(سورۃ آل عمران، آیت 65)

میں تیرے ماننے والوں کو تیرے منکرین (یہود) پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال سے تین سو سال کے اندر نہایت شاندار رنگ میں پوری ہوگئی اور آج تک قرآن کریم کی صداقت پر ایک زندہ نشان بنی ہوئی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اناجیل یا عہد نامہ جدید میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ ایک ایسی اہم اور شاندار پیشگوئی تھی کہ بائبل کو اول طور پر اس کا ذکر کرنا چاہئے تھا تاہم بائبل خاموش رہی اور قرآن کریم نے اس کا ذکر فرما دیا اور اس وقت سے لے کر آج تک دنیا کی تاریخ قرآن کریم کے اس بیان کی تصدیق کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہاں ضمناً یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عذاب الٰہی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ کسی قوم کو ذلت اور مغلوبیت کی حالت میں مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ بنا کر تا قیامت زندہ رکھا جائے۔

پھر ایک ضمنی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ایک مسلمان علاقے میں یہود کو غلبہ کیوں نصیب ہوا اور کیوں عالم اسلام کے عین وسط میں ان کو ایک ظالمانہ حکومت قائم کرنے کی توفیق ملی؟ اس سوال پر تفصیلی بحث کا تو یہ موقعہ نہیں البتہ اشارۃً یہ کہنا کافی ہوگا کہ قرآن کریم میں پہلے ہی سے اس عارضی غلبے کی بھی پیشگوئی موجود ہے اور اس کا مقصد یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہود پر اور اہل دنیا پر یہ بات روشن کر دی جائے کہ اس قوم کو قیامت تک مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ بنانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ظلم اور تعدی کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ یہ قوم اپنی سرشت کے لحاظ سے اس حد تک بگڑ چکی ہے اور ان کے دل ایسے سخت ہو چکے ہیں کہ اگر انہیں کبھی غلبہ نصیب ہو تو انتہائی ظلم اور سفاکی پر اتر آئیں گے۔ لہٰذا یہ اس قابل نہیں رہے کہ انہیں کبھی دنیا کی سرداری بخشی جائے۔

اب ہم اصل سوال کی طرف واپس آتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ کے مخالفین پر کیوں ایسا عذاب الٰہی نازل نہیں ہوا جو ان کو کلیۃً آنحضرت ﷺ کے دین کے مقابل پر مغلوب کر دیتا اگر آپ تمام بنی نوع انسان کی طرف نبی بنا بھیجے گئے تھے تو محض عرب قوم پر غلبہ عقل کو مطمئن نہیں کرسکتا۔ آج جبکہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے ظہور کو چودہ سو برس ہونے کو آئے حالت یہ ہے کہ دوسری قومیں تو الگ رہی صرف عیسائیوں کے مقابل پر بھی مسلمان ہر لحاظ سے مغلوب نظر آتے ہیں۔ آج عیسائیوں کو ان پر عددی اکثریت بھی حاصل ہے اور عسکری قوت کا بھی غلبہ نصیب ہے۔ اسی طرح علمی تمدنی اور معاشرتی طور پر بھی دنیا میں عیسائی قومیں غالب اور مسلمان اقوام مغلوب دکھائی دے رہی ہیں۔

اس سوال پر غور کرتے ہوئے سب سے پہلے اس مسئلہ کا حل کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو جو غلبہ کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ اس کی مدت کیا ہونی چاہیئے۔ جب تک یہ طے نہ ہو جائے کہ کتنے عرصے میں غلبہ ہونا چاہیئے اس وقت تک اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس پہلو سے جب ہم انبیائے گزشتہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اگرچہ غلبہ ایک آخری اور قطعی نتیجہ کے طور پر واضح طور پر دکھائی دیتا ہے لیکن کوئی معیّن مدت ایسی نظر نہیں آتی جو اس بارہ میں رہنما اصول کا کام دے سکے۔ عیسائیت کے غلبے کو ہی لیجئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ کے بعد تقریباً تین سو سال تک عیسائیت ایک ابھرتی ڈوبتی اور پھر ڈوبتی اور ابھرتی ہوئی ناؤ کی طرح دکھائی دیتا ہے جس کا مستقبل غیر یقینی نظر آتا ہے۔ ایسے ایسے ادوار بھی عیسائیت پر آئے کہ قوی اور ظالم دشمن سے بظاہر کلیۃً مغلوب ہو کر عیسائیوں کو زیرِ زمین غاروں میں پناہ لینی پڑی۔ اصحاب کہف کی یادگار وہ غاریں آج بھی یورپ میں موجود ہیں جن کا زیر زمین سلسلہ میل ہا میل تک پھیلا ہوا ہے۔ جنہیں کیٹا کوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے راستے اتنے پیچیدہ اور اندھیرے ہیں کہ آج کے جدید روشنی کے سامانوں کے باوجود بڑی احتیاط کے ساتھ قافلوں کی صورت میں زائرین راستہ دکھانے والوں کے پیچھے چل کر معائنہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود کئی زائرین بھٹک کر ان پیچ در پیچ ظلماتی راستوں کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن یہی ظلماتی راہیں کبھی موحد اور مظلوم عیسائیوں کے نور سے روشن تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بالائے زمین خطرات کو ان زیرِ زمین خطرات سے بہت زیادہ بھیانک پایا اور بسا اوقات سال ہا سال کا عرصہ انہیں غاروں میں بسر کر دیا لیکن یہ پسند نہ کیا کہ قومی دشمن کے خوف سے اپنے دین کو تبدیل کر دیں۔ سطح زمین پر جیسے جیسے رومن تاریخ کروٹیں بدلتی رہی ویسے ویسے ہی یہ عیسائی اقوام کبھی باہر نکل کر کھلے آسمان تلے دم لے لیتیں۔ اور کبھی پھر غاروں میں پناہ گزیں ہو کر ایک نیم خوابیدہ سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔ یہ دور اس طرح چلتا رہا یہاں تک کہ عذاب کی مختلف شکلوں نے پے در پے صدمے پہنچا کر عظیم سلطنت روما کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور آخر دنیا نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا کہ عیسائیت ان غاروں سے نکل کر ترقی کے بلند و بالا میناروں کی زینت بن گئی اور آج ان اقوام کی تعمیر کردہ سر بفلک عمارتیں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ غیر معمولی بلندی کی وجہ سے انہیں سکائی سکریپر کا نام دیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی یہ عجب شان ہے کہ وہ لوگ جو کبھی خدا تعالیٰ کے پیغام کے لئے سطح زمین پہ نہ بس سکتے تھے اور بالائے زمین کھلی فضا میں رہنے کی بجائے انہوں نے محض خدا کی خاطر زیر زمین گہری، تنگ و تاریک غاروں میں رہنا پسند کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری رفعتیں بھی ایسی عطا کیں کہ ان کی عمارتیں ہی نہیں وہ خود بھی آسمان سے باتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی ان کے قدم چاند کی سرزمین کو روندتے ہیں اور کبھی ان کے راکٹس مارس کی بلندیوں کو سر کر لیتے ہیں۔ پس جہاں تک واقعات کا تعلق ہے گو ہر دنیاوی معیار کے لحاظ سے یہ بات ناقابلِ فہم اور ناممکن دکھائی دیتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد تین صدیوں کے کمزور عیسائی کسی وقت دنیا پر ایک عظیم غلبہ حاصل کر لیں گے اور سماء الدینا پر پرواز کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ لیکن یہ واقعات اس ناممکن تصوّر کو ممکن بنا کر یقینی دکھا رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اور اگر غیر قومیں ان کے پیغام کو بزورِ شمشیر دبانے کی کوشش نہ کرتیں تو ممکن ہے عیسائیت محض بنی اسرائیل تک محدود رہتی سوائے اس کے اپنے ترقی کے سفر کے دوران اپنے دائیں بائیں وقتاً فوقتاً کچھ پگڈنڈیاں بنا لیتی لیکن کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ کے اٹل قانون سے جب غیر قوموں نے ٹکر لی ہے تو وہ خائب و خاسر ہو کر کلیۃً مغلوب ہونے پر مجبور کر دی گئیں۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں اور یہ حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے اور یہ عہد نامہ جدید سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ عیسائیت ایک محدود قوم اور ایک خاص نسل کے لئے ایک معین وقت تک پیغام حیات مقرر کی گئی

تھی۔اور اس کا مشن فی ذاتہٖ کبھی بھی عالمی مشن مقرر نہیں ہوا چنانچہ عہد نامہ جدید میں اشارۃً بھی اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ حضرت مسیحؑ کا پیغام کل عالم اور ہر زمانے کے لئے تھا۔

پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ کو غلبہ کے لئے تین سو سال درکار تھے بلکہ تین سو سال کے بعد بھی غلبہ کامل نہیں ہوا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ غلبے کی تکمیل کے سامان پیدا ہو گئے تو وہ رسول جس کا دعویٰ ہی یہ ہے۔ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا کہ اے بنی نوع انسان میں تم سب کے لئے خواہ مشرق میں بسنے والے ہو یا مغرب میں، سفید قوموں سے تعلق رکھتے ہو یا سرخ گندم گوں یا زرد یا سیاہ فام۔ میں تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اتنے بڑے اور عظیم الشان مقصد کے حصول کے لئے اور اس عظیم پیغام کے تمام دنیا پر کلیۃً غالب آنے کے لئے تین سو سال کے مقابلہ پر نسبتاً ایک زیادہ لمبا زمانہ مقرر ہونا چاہیئے۔قرآن و حدیث کی طرف جب ہم رہنمائی کے لئے رجوع کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا غلبہ دو ادوار میں منقسم کر دیا گیا ہے۔ پہلا دور یعنی اسلام کے اولین غلبہ کا دور شانِ محمدیؐ سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے وقت سے لے کر اس وقت تک ممتد ہے جب اسلام کے لئے یہ مقدر تھا کہ اس غلبے کی پہلی رو رک کر مائل بہ انحطاط ہو جائے گی اور اسلام کو ایسے خطرناک ایام کا منہ دیکھنا پڑے گا جو دنوں کی نسبت راتوں کے زیادہ مشابہ ہوں اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت اور جلوہ نمائی کے ساتھ پھر فضل عظیم لے کر آئے گا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک مرتبہ پھر اپنی ظلی شان میں آخرین میں مبعوث کرے گا۔ تا کہ آپ کے نقشِ قدم پر قدم بقدم چلنے والا مہدی دوبارہ ان کے دلوں کو ایمان سے منور کر دے اور اگر ایمان ثریا تک بھی اٹھ چکا ہو تو ثریا سے اتار کر اس کی شمعیں مسلمانوں کے سینوں میں روشن کر دے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ پر یہ انکشاف فرمایا کہ اسلام کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے گا۔ تو ایک صحابیؓ کے سوال پر کہ ایسا کب ہو گا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس وقت ہو گا جب مسیح نازل ہو گا وہ صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا اور حکم اور عدل بن کر (قوموں۔ مذاہب اور فرقوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے) آئے گا۔ مندرجہ بالا کی روشنی میں یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مکمل غلبہ سے قبل ہی اسلام کا رو بہ تنزل ہو جانا کوئی ایسی علامت نہیں جو اسلام کی آخری شکست اور ناکامی کی غمازی کر رہی ہو بلکہ یہ ایک درمیانی کیفیت ہے جس کا غلبہ سے پہلے ظاہر ہونا شروع ہی سے مقدر تھا جس طرح پہلی قوموں پر اونچ نیچ کے حالات آتے رہے۔ لیکن آخری اور قطعی اور اٹل فیصلہ پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ اسی طرح اسلام پر انحطاط کا یہ دور خواہ کیسا ہی ہولناک نظر کیوں نہ آئے۔ آنحضور ﷺ کی چودہ سو سال قبل پیشگوئیوں کے مطابق ایک عارضی کیفیت سے بڑھ کر کوئی اور معنی نہیں رکھتا۔ اس کا دُور ہو جانا ایک اٹل تقدیر ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ پس پہلے ہی سے یہ خبر دے دی گئی تھی کہ اس وقت جب آخرین میں آنحضرت ﷺ کی ظلی بعثت کا وقت آئے گا تو مسلمان کو دوبارہ مسلمان بنایا جائے گا۔ اور عیسائیت پر اسلام کی یورش کا آغاز ایک ایسے فتح نصیب جرنیل کی قیادت میں کیا جائے گا۔ جو مسیح کا نام پا کر جھوٹے صلیبی مذہب کے دلائل کو پارہ پارہ کر دے گا اور مغربی تہذیب کا قلع قمع کرے گا۔ جب ان پیشگوئیوں کی طرف نظر اٹھتی ہے تو دل اس بات پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ جب انحطاط کی خبر لفظاً لفظاً اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ پوری ہو گئی۔ تو بلا شبہ ادیان عالم پر ایک عالمی اور کامل غلبہ کی خوشخبری بھی اس کے بعد جلد پوری ہونے والی ہے۔ ایک انگریزی شاعر نے اس مضمون کے ایک مصرعے میں یوں باندھا ہے کہ

If winter comes,can spring be far behind.

یعنی اگر خزاں آ گئی ہے تو بہار آنے میں بھلا کیا دیر ہو گی

[(1۔سورۃ الجمعہ، آیت 3-4)(2۔بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ]

[3۔ ابو داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال ص594]

پس جس مخبر صادق نے خزاں کے آنے کی خبر دی تھی اس نے بعد میں آنے والی بہار کی بھی تو خوشخبری دی ہے۔ پھر جیسے خزاں کی خبر پوری ہوگئی ویسے بہار کی بھی خبر بہر حال پوری ہو کر رہے گی

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

مذکورہ بالا بحث سے اگر قارئین کو یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ عیسائیت کے تین سو سال کے مقابل پر اسلام کو اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اور تمام ادیان پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے کتنی مدت درکار ہے لیکن یہ امر تو بخوبی روشن ہو چکا ہو گا کہ اس مدت کا تعلق امام مہدیؑ اور مسیح موعودؑ کے ظہور سے ضرور ہے اور امام مہدیؑ اور مسیح موعودؑ کے ظہور کا واقعہ ایک عظیم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے یعنی ایک ایسے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جو اس موڑ پر نصب ہے جہاں سے رفعتوں سے اتر کر تنزل کی طرف جانے والی ایک راہ نے دفعتاً ایک بلند ہوتی ہوئی شاہراہ میں تبدیل ہو جانا تھا۔ دوسروں کے لئے یعنی ان کے لئے جو مسلمان تو ہیں مگر جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ یہ مدت غیر معین چلتی آ رہی ہے۔ لیکن احمدی جو ایک ایسے دعویدار پر ایمان لے آئے ہیں جس نے آنحضرت ﷺ کی کامل غلامی میں مہدی زماںؑ اور مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا ان کے لئے یہ مدت واضح طور پر معیّن ہو کر سامنے آ چکی ہے اور ان کے لئے نزدیک ظہور اسلام کے بعد چودھویں صدی اسلام کے عالمگیر غلبہ کی تیاری کی صدی ہے۔

اصل مضمون کی طرف واپس آتے ہوئے ایک دفعہ پھر ہم اس سوال کو لیتے ہیں کہ کیوں آنحضرت ﷺ کے مخالفین پر یعنی دنیا کے تمام ادیان غیر پر آج تک آنحضرت ﷺ کے دین کو غلبہ حاصل نہیں ہوا؟ کیوں اس کے باوجود عذاب الٰہی نے انکار کرنے والی قوموں کو ہلاک کر کے ان کا نام و نشان دنیا سے مٹا نہیں دیا؟

اس سوال کے دو حصے ہیں: اول یہ اسلام کو کیوں دورِ اول ہی میں مکمل غلبہ نصیب نہیں ہوا۔ اس کا ایک جواب تو پہلے گزر چکا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کوئی علاقائی یا قومی نبی نہیں تھے بلکہ آپ کا پیغام تمام دنیا کے لئے تھا اور تمام بنی نوع انسان کو دین واحد پر جمع کرنا آپ کا مقصود تھا۔ اس لحاظ سے کامل غلبہ اس وقت مقدر ہو سکتا ہے جب دنیا کے ایک ایک ہاتھ پر جمع ہونے کے ظاہری اسباب بھی مہیا ہو چکے ہوں۔ طلوعِ اسلام کے وقت ابھی یہ سامان مہیا نہ تھے بلکہ خطہ ارض کا ایک وسیع حصہ جسے ہم نئی دنیا کہتے ہیں ابھی دریافت نہیں ہوا تھا۔ اس وقت اگر بظاہر معلوم دنیا پر کامل غلبہ ہو بھی جاتا تو قریباً آدھی دنیا ایسی پڑی رہ جاتی جو اسلام کے نور سے نا آشنا رہتی۔ اس کے علاوہ اس زمانہ میں مواصلات اور باہمی رابطے کے ایسے ذرائع ابھی ظاہر نہیں ہوئے تھے جن کے نتیجہ میں تمام انسانوں کو ایک عالمی برادری کی صورت میں جمع کیا جا سکتا۔ ان امور کے پیش نظر یقیناً غلبہ آخر کو اس وقت تک انتظار کرنا چاہیئے تھا جب کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق فاصلوں کی دُوری مٹ جاتی اور پہاڑوں، بیابانوں اور وسیع سمندروں کی قدرتی فصیلیں عملاً اس طرح زائل ہو جاتیں کہ بین الاقوامی روابط کی راہ میں حائل نہ ہو سکتیں۔ اس پہلو سے جب قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں بکثرت ایسی پیشگوئیوں کا ذکر پاتے ہیں جس میں انسان کی دورِ آخر کی ترقیات کا ذکر پایا جاتا ہے۔ کہیں تیز رفتار سواریوں کا ذکر ملتا ہے کہیں انسانوں کے باہم ایک دوسرے کے ساتھ مل جانے کا تذکرہ ہے۔ کہیں کتب اور رسائل کی بکثرت اشاعت کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کے ذریعہ انسان ایک دوسرے کو بآسانی خیالات اور نظریات پہنچا سکتا ہے۔ پھر ایسی پیشگوئیاں بھی موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ایسے سمندر آپس میں ملا دیئے جائیں گے جن کے درمیان نزولِ قرآن کے وقت خشکی کی دیوار حائل تھی۔ ان پیشگوئیوں پر غور کرتے ہوئے انسان طبعاً یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ غلبہ آخر کے وقت سے قبل یہ علامات ظاہر ہو چکی ہوں گی یا اس دور میں تیزی کے ساتھ ترقی پذیر ہوں گی۔ پس جب بھی انسان ان علامات کو ظاہر ہوتے ہوئے دیکھے تو طبعاً اسے توقع رکھنی چاہیئے کہ اس امام کا ظہور بھی نزدیک ہے جس نے ادیان باطلہ پر اسلام کو غالب کرنے کی آخری تحریک چلائی تھی۔

سوال کے دوسرے حصے کا تعلق اس بات سے تھا کہ اگر مکمل غلبہ نصیب نہیں ہو سکا تو عذاب الٰہی نے کیوں مخالف قوموں کو نابود نہ کر دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غلبہ کے دو ادوار مقدر تھے جیسا کہ اوپر کی بحث سے ظاہر ہے تو عذاب الٰہی کے بھی دو ہی ادوار مقدر ہونے چاہئیں تھے ایک دورِ اول اور ایک دورِ آخر۔ عقل اس بات کو ایک لحظہ کے لئے بھی قبول نہیں کر سکتی کہ آخری غلبہ تو کسی بعد کے زمانے کے لئے ہو لیکن عذاب الٰہی اس زمانہ کا انتظار کئے بغیر قوموں کی صف لپیٹ دے۔ پس اگر غلبہ اس عہد آخر میں مقدر ہے تو عذاب الٰہی کا ایک دور بھی اس آخری زمانہ سے منسلک ہونا چاہیئے۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور متعدد آیات اس طرف دلالت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے منکرین پر آخری حجت پوری کرنے کے لئے بہت سے نشانات اور عذاب مقدر ہیں جن میں سے بعض اپنی وسعت اور قوت میں ایسے عظیم الشان ہوں گے جو پہاڑوں کی طرح بڑی بڑی عظیم الشان اور قوی ہیکل قوموں کو آنِ واحد میں ملیا میٹ کر دیں گے اور ان کی عظمتیں خاک میں مل جائیں گی۔ یہاں تک کہ یا تو وہ ایمان لانے پر مجبور ہوں گے یا عملاً اس دنیا سے نابود کر دیئے جائیں گے۔ غرضیکہ وہ روکیں جو ان کو آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت سے محروم رکھے ہوئے تھیں وہ راہ سے ہٹ جائیں گی۔ سورۃ طٰہٰ میں اس نوعیت کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان قوموں کو تمثیلی زبان میں پہاڑ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ یَنۡسِفُہَا رَبِّیۡ نَسۡفًا۔ فَیَذَرُہَا قَاعًا صَفۡصَفًا۔ لَّا تَرٰی فِیۡہَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمۡتًا۔ یَوۡمَئِذٍ یَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَہٗ ۚ وَ خَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا ہَمۡسًا۔

(سورۃ طٰہٰ، آیت 106تا 109)

ترجمہ: وہ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ میرا رب ان کو اکھاڑ کر پھینک دے گا اور ان کو ایک ایسے چٹیل میدان کی

صورت میں چھوڑ دے گا کہ نہ تو اس میں کوئی موڑ دیکھے گا اور نہ کوئی اونچائی۔ اس دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے چل پڑیں گے جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہ ہوگی اور رحمٰن (خدا کی آواز) کے مقابلہ میں (انسانوں کی) آوازیں دب جائیں گی پس تو سوائے کھسر پھسر کے کچھ نہ سنے گا۔

اس آیت کے مضمون کا تعلق قیامت کبریٰ اور اخروی دنیا کے واقعات سے نہیں بلکہ اسی دنیا کے واقعات سے ہے اگر یہ مراد لی جائے کہ پہاڑوں کا مٹایا جانا اس وقت ہوگا جب کہ ظاہری قیامت آئے گی اور دنیا کی ہر چیز صفحہ ہستی سے معدوم ہو جائے گی تو يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ۔ کے کوئی معنی نہیں بنتے کیونکہ اس دن اہل دنیا ایسے بلانے والے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اطاعت کرنی شروع کر دیں گے۔ جس کے کردار میں اور جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہیں۔ ظاہری بات ہے کہ جس وقت ظاہری پہاڑ اڑائے جا رہے ہوں گے اور ظاہری زمین چٹیل بنائی جا رہی ہوگی۔ اس وقت بھلا انسان کس شمار میں ہوگا کہ وہ اس قیامت کے دوران نہ صرف زندہ رہے بلکہ روزمرہ کے معمول کے مطابق اپنے سیاہ و سفید کا مالک ہو اور جس دین کو چاہے رد کر دے اور جس دین کو چاہے اختیار کرے۔ پس يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِيَ کے مضمون نے واضح کر دیا کہ جن پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کیا جانا تھا وہ کوئی ظاہری پہاڑ نہیں بلکہ اسلام کی راہ میں حائل وہ عظیم قومیں ہیں جو پہاڑوں کی طرح قوی ہیکل اور مستحکم نظر آئیں گی اور اسلام کی راہ روکے کھڑی ہوں گی۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی پہاڑوں کا ذکر تمثیل کے طور پر آتا ہے لیکن یہاں اس کی تفصیلی بحث کا موقعہ نہیں۔ بہر حال ایک بات تو واضح ہے کہ جن پہاڑوں کے ملیامیٹ کئے جانے کا ذکر ہے ان کے ساتھ اشاعت اسلام کا براہ راست تعلق ہے۔ اس وقت عالم اسلام زبان حال سے یہ سوال کر رہا ہوگا کہ ان پہاڑوں کا کیا بنے گا اور کیسے اسلام ان عظیم قوموں پر غالب آئے گا جو اپنی کثرت کے لحاظ سے بھی مسلمانوں پر غالب ہیں۔ ساز و سامان اور شوکت کے لحاظ سے بھی، دولت کے لحاظ سے بھی، اور علمی اور سیاسی برتری کے لحاظ سے بھی۔ پس آج جب کہ ہر حال میں مسلمان ان کا دست نگر ہو چکا ہے یہاں تک کہ ان کی گندی اور کرم خوردہ تہذیب کو بھی اپنائے چلا جا رہا ہے تو کیسے اسلام اور اسلامی اقدار ان عظیم قوتوں پر غالب آئیں گی۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اے میرے رسول تو ان سے کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ پہاڑوں جیسی سربلند اور مغرور قوموں کو خاک میں ملا دے گا اور ان کی تکبر کی گردنیں توڑے گا۔ وہ ریزہ ریزہ کر کے چٹیل میدان کی طرح زمین کے ساتھ ہموار کر دی جائیں گی۔ تب عاجزی اور انکساری کے اس مقام پر اتر آنے کے بعد وہ اس لائق ہونگی کہ تیری پیروی کریں۔ یعنی تیری اس تعلیم کی پیروی کریں جس میں کوئی خم اور کج نہیں۔

قرآن کریم میں اور بہت سے مقامات پر جن کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے ایسے عذابوں کا اشارہ ملتا ہے جن کا دور آخر سے تعلق ہے۔ لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب چودہ سو سال کے عرصے میں جب دنیا ان چیزوں کو بھلا بیٹھی اور صدیوں پہلے کی تنبیہات نقش کالعدم کی طرح انسانی ذہنوں سے مٹ چکی ہیں تو پھر کیا اللہ تعالیٰ کا عذاب بغیر کسی تنبیہ کے زمانے کو آ پکڑے گا؟ اس سوال کا جواب بھی عملاً اوپر گزر چکا ہے اور یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ عذاب الٰہی کے نئے دور سے پہلے اس امام کا ظہور مقدر تھا جس نے از سر نو دنیا کو آنے والے کڑے وقت سے خبردار کر دیا تھا۔

یہ خبر کس طرح دی اور آنے والے عذاب کی کیا تفاصیل بیان کیں اور کس حد تک یہ خبریں پوری ہو چکی ہیں اور کس حد تک پورا ہونا بھی باقی ہیں۔ یہ وہ امور ہیں جس پر ہم آئندہ قسط میں بحث کریں گے۔

جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کے موجودہ بے پناہ مصائب اور تکالیف کا یہ نہ ختم ہوتا ہوا سلسلہ کوئی عام روزمرہ کے واقعات کی زنجیر نہیں بلکہ عذاب الٰہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے ہی سے ان امور کے متعلق باخبر کر دیا تھا اور بڑی واضح اور بیّن پیشگوئیوں کے ذریعے اہل دنیا کو متنبہ کر دیا تھا کہ اسلام کے غلبہ نو کا دور شروع ہو چکا ہے اگر آنحضرت ﷺ اور آپ کی امن بخش تعلیم کے سامنے دنیا نے سر تسلیم خم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ پے در پے عذابوں سے اس دنیا کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے بیدار کرے گا۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا اور ختم نہ ہوگا جب تک کہ اسلام کو آخری اور قطعی عالمگیر غلبہ نصیب نہ ہو جائے۔

آئیے ہم اس مضمون کے مختلف حصوں کا جائزہ لیں کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے مشن کو کس طرح پورا فرمایا اور اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مشن پر مامور تھے۔

عذاب الٰہی کی جو قسمیں قرآن کریم کی بیان کردہ مذہبی تعلیم کی روشنی میں پیش کی گئی ہیں ان کے ذکر کے وقت یہ امر نظر انداز ہو گیا تھا کہ انبیاء کی بعثت کے بغیر بھی بعض اوقات طبعی حوادث کو عذاب کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کوئی قوم اپنے اعمال اور اخلاق میں حد سے زیادہ گندی ہو چکی ہو۔ چنانچہ ایسے دور میں بھی مشیت الٰہی کے مطابق بعض اوقات حوادث بڑی شدت کے ساتھ ہجوم کر کے حملہ آور ہو جاتے ہیں اور اس طرح حوادث کو مشیت کے مطابق قومی سزا کے طور پر مسخر کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم عذاب کی اس نوع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَ تِلۡكَ الۡقُرٰۤى اَهۡلَكۡنٰهُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا وَ جَعَلۡنَا لِمَهۡلِكِهِمۡ مَّوۡعِدًا

(سورۃ الکہف، آیت 60)

ترجمہ: اور وہ بستیاں جن کو ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا ہے ان کے لئے موجب عبرت ہو سکتی تھیں۔ اور ہم نے ان کو ہلاکت کے لئے پہلے سے ایک میعاد مقرر کر دی تھی تا کہ وہ چاہیں تو توبہ کر لیں۔

وہ عذاب جو محض بد اعمالیوں کی وجہ سے سزا کے طور پر وارد کیا جاتا ہے اس کے لئے اگرچہ عمومی انتباہ آسمانی صحیفوں میں موجود ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس عذاب سے معاً پہلے کوئی پیشگوئی کی جائے اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ وہ عذاب کسی مذہب کے غلبہ پر منتج ہو۔

اس ضمنی بیان کے بعد ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض ایسی پیشگوئیوں پر نظر ڈالتے ہیں جو اس زمانے کے انسان کو آنے والے آسمانی عذابوں سے متنبہ کرتی ہیں۔

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

نوری سال کا تعارف

(سید عمار احمد)

سورج ہماری زمین کا سب سے قریب ترین ستارہ ہے۔ سورج کی روشنی کو ہم تک پہنچنے میں تقریباً 8.3 منٹ لگتے ہیں اور سورج ہماری زمین سے تقریباً 93 ملین میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ اتنا وسیع فاصلہ اور حساب کیسے معلوم کیا جاتا ہے آج ہم اس کے بارے میں جانیں گے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ یعنی اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی۔

(سورہ تکویر: آیت 12)

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ آسمان کی کھال کھینچی جائیگی یعنی علم ہیئت میں حیرت انگیز ترقی ہوگی۔ ہماری زبان میں بھی کہتے ہیں کہ تم بال کی کھال اتارتے ہو جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم بہت باریکیاں نکالتے ہو۔ چنانچہ اس زمانہ میں علم ہیئت میں خیال و وہم سے بھی زیادہ ترقی ہوئی ہے اور سیر نجوم اور وسعت عالم اور خلق عالم اور اجرام فلکی وغیرہ کے بارہ میں غیر معمولی علوم کا اضافہ ہوا ہے جو گذشتہ ہزاروں سال میں بھی نہ ہوا تھا۔''

(تفسیر کبیر جلد 8، صفحہ 225)

سائنسی اصطلاح میں نوری سال سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی ایک سال میں طے کرتی ہے۔ یعنی چاند، سورج، ستاروں یا دور دراز کہکشاؤں سے زمین تک روشنی کتنے وقت میں پہنچتی ہے۔ ایک نوری سال میں تقریباً 5.88 کھرب میل ہوتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''دو ستاروں کے باہمی فاصلہ کا اندازہ لگانے کیلئے علم ہیئت والوں کا طریق یہ ہے کہ وہ رفتار نور سے باہمی فاصلے کا اندازہ لگاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نور کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار 186،000 میل ہے ایک لاکھ چھیاسی ہزار کو ساٹھ سے ضرب دینگے تو ایک منٹ کی رفتار نکل آئیگی۔ پھر ساٹھ سے ضرب دینگے تو ایک گھنٹہ کی رفتار نکل آئیگی۔ پھر اسے چوبیس سے ضرب دیں گے تو ایک دن کی رفتار نکل آئیگی اور پھر اسے تین سو ساٹھ سے ضرب دیں گے تو ایک سال کی رفتار نکل آئے گی۔''

(تفسیر کبیر جلد 8، صفحہ 225)

سورج کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں تقریباً 8.3 منٹ لگتے ہیں. زمین کے نزدیک سورج کے بعد ایک اور ستارہ بھی ہے جسکا نام Proxima Centauri ہے اور یہ ستارہ زمین سے تقریباً 4.22 نوری سال کے فاصلے پر ہے۔ اسی طرح ہماری کہکشاں جسکا نام Milky Way ہے اس کی پڑوسی کہکشاں Andromeda ہے جو تقریباً 2.5 ملین نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں:

''اس بنیاد پر جب وہ ایک ستارے کا دوسرے ستارہ سے فاصلہ بتانا چاہیں تو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ ستارہ اتنے میل دور ہے بلکہ کہیں گے کہ وہ بیس سال نوری کے فاصلہ پر ہے یا ایک ہزار سال نوری کے فاصلہ پر ہے۔ مطلب یہ کہ ایک سال نوری کا جس قدر فاصلہ بنتا ہے اسے اتنے سالوں سے ضرب دے لو اور پھر خود ہی اندازہ لگا لو کہ ان میں کتنا فاصلہ ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 8، صفحہ 226)

یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست تخلیق ہے اس کا انسان جتنا مشاہدہ کرتا ہے حیران رہ جاتا ہے۔ علم ہیئت جو بھی نئی تحقیق پیش کرتی ہے وہ تمام سچائیاں قرآن شریف میں پہلے سے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کو غور و فکر اور سمجھ کر پڑھنے والا بنائے اور ہم سچے دل سے قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین۔

احمدیت نے میرے خاندان کو کیا دیا

’’اِک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا‘‘

(قدسیہ محمود سردار)

سات حرفوں پر مشتمل اس خوبصورت جملہ ’احمدیت نے میرے خاندان کو کیا دیا‘ کا مضمون بہت وسیع ہے۔ میرے والد صاحب نے شدید مخالفتوں اور مشکلات سے گزر کر اکیلے احمدیت قبول کی اور اپنی زندگی وقف کرنے کی سعادت پائی پھر خدا تعالیٰ نے فضلوں اور رحمتوں کے اتنے سامان پیدا کیے جن پر خدا تعالیٰ کا ساری عمر بھی شکر ادا کرتے رہیں تو ادا نہ کر پائیں!!!!

کیونکر ہو شکر تیرا، تیرا ہے جو ہے میرا
تو نے ہر اِک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا

میرے والد محترم محمد یوسف سلیم صاحب، سابق انچارج شعبہ زود نویسی صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی زندگی میں زندگی بدل دینے والا موڑ اس وقت آیا جب انہوں نے 20سال کی عمر میں احمدیت قبول کی۔ میں آپ کو اُن پچھلے 66 سالوں میں لے جاتی ہوں جب 1954ء میں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوئے۔ یہاں ایک بات قابل ذکر ہے والد صاحب ان دِنوں ’’الفضل اخبار‘‘ جو ان کے احمدی کولیگ کے نام پر ان کے دفتر آتا تھا اس کو پڑھا کرتے تھے۔ اس سے آپ پر احمدیت کا بہت اچھا اثر پڑا۔ آپ کا تعلق کشمیر کے ایک گاؤں سے ہے۔ آپ نے احمدیت کی خاطر اپنے گھر والوں، خاندان، گاؤں سب کو چھوڑ دیا۔ اس پر گھر والوں نے اور خاندان والوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ 1958ء میں آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ جامعہ کی تعلیم کے دوران ہمیشہ پہلی پوزیشن لیتے رہے۔ 1968ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے والد صاحب کو شعبہ زودنویسی میں متعین فرمایا۔ والد صاحب کو دو خلفائے کرام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پُرشفقت سائے تلے خدمات سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ حضورؒ کے خطبات، تقاریر، مجالس علم وعرفان کی ریکارڈنگ کرتے تھے۔ ان کے مسودے تیار کر کے حضورؒ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ جو پھر روزنامہ الفضل اخبار میں شائع ہوتے تھے۔ پھر مختلف شعبہ جات میں خدمتِ دین کا سلسلہ 2013ء تک جاری رہا۔ جب تک صحت نے اجازت دی والد صاحب نے بڑی، محنت، خاموشی، قربانی اور بےنفسی سے دین کی خدمت کی۔ خدا تعالیٰ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ احمدیت کے روشن چراغ سے والد صاحب پھر آگے سے نسلوں نے فیض پایا اور پا رہی ہیں۔ الحمد اللہ

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہم اور ہماری نسلیں پیارے رسول کریم ﷺ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی احسان مند ہیں جنہوں نے ہمیں اسلام کی سچی تعلیمات یعنی تقویٰ، توحید، محبت الٰہی، محبت رسول ﷺ، حقیقی نیکی، پاکیزگی، امن و سلامتی، بنی نوع انسان کی ہمدردی، دعاؤں، اخلاقیات، عبادت اور حقوق العباد سے آگاہی دی۔

پس ہم پر احمدیت کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں مالکِ حقیقی کی پہچان دی اور ہمارا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑا۔

پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت سے ہمارے دل منور کئے۔

قرآن مجید کی عظیم عالیشان تعلیمات کو سمجھنے کا قرینہ دیا۔

احمدیت نے ہمیں توحید کی روح سے روشناس کراتے ہوئے اسلامی شریعت اور عبادات کے فلسفہ کی مکمل آگاہی دی۔ اور بالخصوص یہ بتایا کہ ’’نماز زندگی ہے۔ زندگی نماز ہے۔‘‘

اسی سلسلہ میں والد صاحب کی نماز سے محبت کا ایک واقعہ بتاتی چلوں۔ کچھ ماہ پہلے ان کو طبعیت خراب ہونے کی وجہ سے چند دن کے لیے ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ وہاں وہ روز مجھ سے شدید تکلیف اور نیم غنودگی کی حالت میں نماز کے اوقات پوچھتے تھے۔ پھر اشاروں سے ہی بستر پر نماز پڑھتے تھے۔ میں اِن کی اس حالت پر اُن کو دیکھتی رہ جاتی۔

احمدیت کی برکت سے خدا تعالیٰ نے نظام خلافت کی صورت میں ہم پر بہت بڑا انعام کیا ہے۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا خاص فضل اور رحم ہے کہ ہم پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقت، دعاؤں اور رہنمائی سے زندگی کے ہر موڑ پر فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپ کا وجودِ مبارک زندگی کی مشکل راہوں میں ایسے چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے جو ہماری سیدھے رستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ آپ کے خطبات اور ارشادات ہمارے لیے آبِ حیات ہیں۔ الحمد اللہ

احمدیت کی بدولت ہمیں پیاری خدائی جماعت ملی، جو اطاعت، اخلاص و وفا، اخوت، اپنائیت، خدمت انسانیت، ہمدردی، ایثار و قربانی اور نظم وضبط کے رنگوں سے رنگی ہوئی ہے۔ ذیلی تنظیمیں جماعت کے حسن کو دوبالا کرتی ہیں۔ گویا جماعت کے ایک فردِ واحد کی تعلیم وتربیت پر جماعت کی مختلف تنظیمیں پیارے آقا کی رہنمائی میں خلوص اور محنت سے کام کرتی ہیں۔خواہ وہ انصار اللہ کی تنظیم ہو یا خدام یا لجنہ، یا ناصرات و اطفال کی تنظیم ہو یہ سلسلہ ۷ سال کی عمر سے شروع ہو کر پھر ساری عمر چلتا رہتا ہے۔ ایسی الٰہی جماعت کی مثال تمام اقوام عالم میں کہیں نہیں مل سکتی۔

احمدیت نے ہمیں ایسا اعتماد بخشا کہ ہمارے دل غیر اللہ کے رعب و خوف سے پاک کر دیئے۔ ہم خواتین کو ’’پردہ‘‘ جوکہ اسلام کی اہم تعلیم ہے کہ متعلق مکمل رہنمائی دی کہ آج ہم دنیا میں کہیں بھی چلے جائیں یہ برقع ہماری پہچان ٹھہرتا ہے۔

احمدیت نے ہمیں معاشرے کے رسم ورواج، بدعات، فضولیات، تصنع و نمائش کے بوجھوں سے نجات دی اور ہماری زندگیوں میں آسانیاں بانٹیں۔ اس بات کا اعتراف غیر از جماعت حلقہ احباب بھی کرتے ہیں اور وہ ہمیں کہتے ہیں کہ اس سادہ طرز زندگی کی وجہ سے آپ کی زندگیوں میں بہت سکون ہے۔ ہم تو رسموں تلے اتنا دب چکے ہیں جینا تو جینا ہمارے لیے مرنا بھی مشکل ہے۔

پس احمدیت کے نور سے خدا تعالیٰ نے ہمارے خاندان پر فضلوں، برکتوں، رحمتوں کے انگنت سامان فرمائے ہیں۔جن پر خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ ایک اکیلے میرے والد صاحب سے شروع ہونے والا احمدیت کا یہ سفر اب ہمارے پورے خاندان کے ساتھ رواں دواں ہے۔ الحمد اللہ

جو کچھ میری مراد تھی سب کچھ دِکھا دیا
میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

اب ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

جس طرح ہمارے والدین نے اخلاص و وفا سے ہمیں احمدیت سے جوڑے رکھا اور احمدیت کی محبت ہمارے دلوں میں بھر دی، اُسی طرح ہمارا یہ فرض ہے کہ آگے سے ہم بھی اپنے بچوں کا تعلق احمدیت سے اُسی طرح جوڑ دیں کہ ’’خدا تعالیٰ کی رضا ان کی زندگی کا حاصل ہو اور اطاعت خلافت ان کی زندگی کا نصب العین ہو‘‘ تا کہ ان کی زندگیاں برکاتِ خلافت سے ہمیشہ بھری رہیں۔

اس لیے بے حد ضروری امر یہ ہے کہ ہمارا اپنا نمونہ نیک ہو۔ ہم اپنے بچوں کو لاکھ نیکی و تقویٰ کے درس دے دیں، اگر ہمارے قول وفعل میں تضاد ہے تو بچہ ایک تو کبھی سنے گا نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لے تو کبھی اس پر عمل نہیں کرے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لیے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دین دار بنانے کے لیے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لیے مال جمع کرنے کی کرتے ہو، اس قدر کوشش اس امر میں کرو۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اس کے ساتھ نہ ہو جاوے، کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی۔‘‘

(ملفوظات جلد ۸ : صفحہ ۱۱۰)

بقیہ فوڈ پینٹری ہیومینیٹی فرسٹ ولنگبورو ......از صفحہ 8

مطابق اضافی احتیاطی تدابیر لاگو کیں۔ دستانے اور ماسک پہننے اور مناسب فاصلہ رکھنے کے ساتھ، رضا کاروں کو بھی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کھانا وصول کرنے والوں سے بات چیت کرنے کی بجائے براہ راست کھانا کاروں تک پہنچائیں۔ تاہم، ان رکاوٹوں نے پینٹری کے کام کو کم نہیں کیا بلکہ ان مشکل وقتوں میں زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دینے کے لئے ہیومینٹی فرسٹ ولنگبورو نے اپنے ماہانہ پینٹری کے علاوہ مزید تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی خیال کے ساتھ 21۔ اپریل کو ہیومینٹی فرسٹ ولنگبورو کے پاس ایک اور کھانے کی پینٹری تھی جہاں انہوں نے 19ہزار پاؤنڈ کھانا تقسیم کیا۔ 21 مارچ سے 21 اپریل تک، ایک ماہ کے عرصے کے دوران، ان کے پاس 5 کھانے کی پینٹریاں تھیں اور 50ہزار پاؤنڈ وزن سے زائد خوراک کی خدمت کی گئی تھی۔ اب تک پچھلے 2 ماہ میں مجموعی طور پر ولنگبورو پینٹری نے اپنے مقامی 1ہزار 200 کنبوں کو 80ہزار پاؤنڈ وزن سے زیادہ کا کھانا فراہم کیا اور وہاں تقریباً 25 پرعزم رضا کاروں نے کئی گھنٹے خدمت کی۔ خدا انہیں اس کا بہترین اجر دے اور ان کے کام میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

فوڈ پینٹری۔ہیومینیٹی فرسٹ ولنگبورو یو۔ایس۔اے۔

(FoodPantry Wellingborough USA)

ولنگبورو 17 ویں صدی کا شہر جو دوستی اور اچھے اخلاص کی ساکھ کا حامل ہے اس کی شہرت میں مومنین کی ایک ایسی جماعت کا بھی حصہ ہے جس کا ایمان انہیں امن کی نجات کی پیروی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ولنگبورو میں امن وسکون،ایک ایسی مسلم جماعت کی نشاندہی کرتا ہے جس کے افراد بنی نوع انسان کے لئے پیار اور ہیومینٹی فرسٹ کے لئے جدوجہد کو برقرار رکھتے ہیں۔اس تنظیم نے جس کے عطیات،دعاؤں اور استقامت کے ذریعے سے ہیں،31ہزار افراد پر مشتمل کمیونٹی کو متاثر کیا ہے۔اس تنظیم کے عزم سے ایک ایسی پینٹری، جو ریاست کی مدد سے چل رہی تھی، اب ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک وفاقی فنڈڈ اور تعاون یافتہ پروگرام بن گیا ہے۔

ہیومینٹی فرسٹ ولنگبورو

ولنگبورو فوڈ پینٹری کی عاجز ابتداء تقریباً10 سال قبل اور کچھ پُرخلوص لوگوں کی مدد سے ہوئی۔نئ پینٹری کو رجسٹر کرنے سے پہلے فوڈ بینک کے نمائندے بنیادی تربیت دینے اور معائنہ کرنے مسجد تشریف لائے،اس طرح پینٹری کو ریاستی سطح پر بہتر بنایا گیا۔

6،7 ماہ کامیابی سے چلانے کے بعد، ولنگبورو فوڈ پینٹری کو فروغ دے کر وفاقی پروگرام میں شامل کیا گیا۔فیڈرل پروگرام کے ذریعہ سامان کی قیمت بہت زیادہ سستی ہوگی، کچھ مفت ہوگا،اور کھانا فوری طور پر مسجد میں پہنچایا جائے گا۔پینٹری کو اب پیر شبل کھانا رکھنے کی منظوری حاصل ہوگئی تھی، جیسے کہ پھل،سبزیاں وغیرہ۔

6،7 سال پہلے ، ہیومینٹی فرسٹ نے پینٹری سنبھالی اور ایک فریج،2فریزر ، شیلف والی الماریاں اور مزید سامان کے لئے رقم خرچ کی۔ان کی سرمایہ کاری کے ذریعے پینٹری کو مقبولیت ملی اور کامیابی میں اضافہ ہوا۔

پینٹری میں کام کی تقسیم اسی طرح ہوتی ہے:خدام ، کھانا لینے اور مرتب کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ لجنہ:پینٹری کے دن کھانا تقسیم اور مطلوبہ کاغذی کارروائی کرتی ہیں ۔ انصار :مالی مدد میں شامل ہوتے ہیں۔یہ سب بہت عمدہ طریقے سے ہوتا ہے،لیکن آپ پوچھ سکتے ہیں کہ آپ ایک کامیاب کھانے کی پینٹری کیسے چلاتے ہیں؟

ایسٹ ریجن کے علاقائی قائد کے بقول یہ طریقہ کار درج ذیل ہے:

’’ہم پینٹری سے 2 ہفتے پہلے آن لائن آرڈر دیتے ہیں۔ پینٹری کی ترسیل سے قبل اس بار ہمارے پاس 5000 پونڈ وزن کا کھانا تھا۔اس کے بعد رضا کار ہر چیز ٹرک سے جمع کرنے آتے ہیں اور مسجد کے اندر فریزر اور شیلفس پر ترتیب سے رکھتے ہیں ۔ وہ انوینٹری کا بھی انتظام کرتے ہیں۔اس بار اضافی مانگ کی وجہ سے ہم نے اضافی اشیاء کی درخواست کی جسے منظور کرلیا گیا لیکن ہمیں خود 2700 پاؤنڈ وزن کھانے کی اشیاء پکِ کرنی پڑیں ۔ جمعہ کی دوپہر ہم نے پیکیجنگ شروع کردی۔ 25 رضا کار موجود تھے جو 100 ڈبے میں بند پھل،سبزیاں وغیرہ تیار کرنے کے لئے 3 گھنٹے لگاتے ہیں۔ ہم نے ہر ایک خاندان کو 5 بیگ دیئے ۔ایک میں انڈے ،ایک میں پھل اور سبزیاں،ایک میں ٹوائلٹ پیپر اور دیگر سامان ،ایک میں چاول اور دوسری کھانے کی اشیاء کے ساتھ اور آخری میں منجمد مکھن ، پنیر،اور چکن شامل تھے۔ ہم نے اس کا آدھا کام جمعہ کی شام کیا اور منجمد کھانے کا انتظام ہم نے ہفتہ کی صبح 9 بجے شروع کیا۔ ہفتے کے روز 32 رضا کار آئے جن میں سے 3 جماعت سے باہر تھے۔ ہم نے تقسیم صبح 11 بجے شروع کی،لیکن لوگ صبح 9 بجے سے ہی آنا شروع ہو گئے تھے اور کار کی قطار میں لگ گئے۔صبح 11 بجے تک تقریبا 60 کاریں تھیں۔ ہم نے سہ پہر 3 بجے تک تقسیم جاری رکھی، 90 کنبوں کو کھانا دیا،جس میں تقریبا 7000 پاؤنڈ خوراک تھی۔ دن کے اختتام پر ہم نے سامان کے خالی ڈبوں کو توڑ کر ریسائیکلنگ کے لیے ٹرک پر لادا اور احاطہ صاف کیا۔‘‘

جماعت احمدیہ یوایس اے کے 100سال پورے ہونے پر ولنگبورو جماعت نے غرباء کے لئے سردیوں کے کوٹ اور جیکٹ جمع کرنے کی مہم کی اور شہر کے میئر اور پولیس کمشنر کو تقریب میں مدعو کیا تھا۔ جب وہ مسجد میں آئے تو انھیں جماعت کی فوڈ پینٹری کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی گئیں تھیں۔ولنگبورو شہر اپنی الگ فوڈ پینٹری شہر کی لائبریری سے چلاتا تھا۔جب وبائی مرض اور ریاستی قانون کے تحت لائبریری بند ہوگئی تو میئر نے مسجد سے رابطہ کیا کہ وسائل کی کمی کی وجہ وہ گزارش کرتی ہیں کہ اگر ولنگبورو جماعت ان کے ساتھ مل کر مسجد سے فوڈ پینٹری چلائیں تو وہ جماعت کی مشکور ہوں گے۔چنانچہ اب ولنگبورو جماعت کو نہ صرف ہیومینٹی فرسٹ کی رضا کارانہ خدمات کا موقع مل رہا ہے بلکہ وہ اپنی لوکل گورنمنٹ کے ساتھ مل کر انسانیت کی خدمت میں پیش پیش ہے۔

موجودہ وبائی مرض میں ، ہر ایک کے ذہن میں انفیکشن ہونے کا اندیشہ ہے۔ رضا کاروں اور وصول کنندگان دونوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے پینٹری نے معاشرتی،فاصلاتی قوانین کے

بقیہ صفحہ 7 پر

تأثرات

آج مورخہ یکم جولائی 2020ء کی الفضل میں محترم عدنان ورک کا مضمون بعنوان ’’کیا حضرت آدم دنیا کے پہلے انسان تھے؟‘‘ پڑھا، جس سے خاکسار کے ذہن میں اٹھنے والے بہت سے سوالات کے،حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام و خلفائے کرام کے تفسیری نکات کی روشنی میں، جوابات مل گئے۔ الحمدللہ،لیکن ساتھ ہی اس جانب توجہ ہوئی کہ آخر لغت عرب لفظ آدم کے کیا کیا معانی بیان کرتی ہے، لہذا جب تحقیق کی تو ایک معنی تو مٹی کے رنگ کا ملا۔ اور دوسرا یہ کہ آدم اللّٰہُ بینهم أصلح ووفّق بينهم. (یعنی اللہ نے ان کے درمیان موافقت و اصلاح فرمادی)۔ اس معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے نبی کا نام بھی آدم رکھنے میں یہ حکمتِ خداوندی بھی ہوسکتی ہے کہ وہ زمین میں موجود لوگوں کی اصلاح کرے اور ان میں موافقت پیدا کرے، اور یوں فرشتوں کے اعتراض کے بالمقابل بھی یہ نام ہوسکتا ہے۔(مبشر محمود ظفر)

ماشاللہ، بے شک اللہ کے نبی کی سکھلائی ہوئی دعائیں ہی ہماری نجات کا ذریعہ ہیں۔کیا ہی خوبصورت دعا ہے۔ اپنے رب پر یقین، بھروسہ اور محبت کا دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا اظہار ،دعا کی صورت میں۔

اے اللہ تو اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو ہمارے لئے بھی قبول فرما اور اپنی رحمت کو ہمارے لئے ڈھال اور اپنے فضل کو ہماری چادر بنا دے۔ آمین ثم آمین۔(عبدالقدوس خان)

الفضل آن لائن الفضل ربوہ کا نعم البدل ہے اس میں دربار خلافت بہت ہی پیارا سلسلہ ہے۔اس کے علاوہ آج کی دعا بھی بہت اچھی کاوش ہے۔ اللہ تعالی آپ کی اس کاوش کو مزید بڑھائے اور ساری ٹیم کو بہترین جزاء عطا کرے ۔آمین (وسیم احمد جنجوعہ ۔ ہائیڈل برگ جرمنی)

☆...☆...☆

طلوع وغروب آفتاب

15 جولائی 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	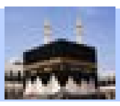	04:21	19:06
مدینہ منورہ	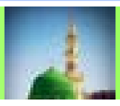	04:13	19:13
قادیان	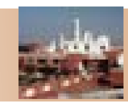	03:57	19:35
ربوہ		03:37	19:15
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:36	21:12